OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

اسلامی تاریخی ناول نگاری: نسیم حجازی کے اسلوب کا مطالعہ

Islamic Historical Novel Writing: A Study of Naseem Hijazi's Style

Dr. Muhammad Ashraf Gul
Assistant Professor of Urdu, Lahore Leads University, Lahore
Asma Saeed
Research Scholar, Lahore Leads University, Lahore
Aneeqa Tasadduq
Research Scholar, Lahore Leads University, Lahore

Abstract

Style is a specific identification of any person whether it belongs to some one's outlook or otherwise. Style makes the specifications of personality of the concerned person. Working style of some person makes the recognition of him/her and people know him/her by the specific working style of that person. Likewise, the writing style of every person carries its own specific qualities that make it realize to a reader whose writing this one is. It becomes easy to understand the meanings of the writer if the reader already knows the qualities of the writer's style. So I have made an effort to throw a comprehensive beam of light on the writing style of Nasim Hijazi especially in his Islamic Historical Novels. The worth of my research article being presented here is that this is for the first time about the style of Nasim Hijazi that it is being revealed in explanatory way. No one has done any research work like this one. As a result of reading my

CC BY

research paper, any person may get ability to well understand the meaning of Islamic historical novelistic writings of Nasim Hijazi.

Keywords: Writing Style, Specific identification, qualities, Islamic Historical Novel, explanatory way, Understand Meaning, Novelistic writings

تمہید

اسلوب کسی بھی شخص کی خاص پہچان ہوتی ہے چاہے وہ اس کی ظاہر داری کے متعلق ہو یا پھر دیگر معاملات سے متعلق۔ اسلوب ہی مذکورہ فرد کے شخصی تخصصات طے کرتا ہے۔ کسی بھی شخص کے اندازِ کار کے حوالے سے لوگ اسے پہچانتے ہیں۔ اگر لوگ کسی شخص کے اسلوب سے واقف ہوں تو وہ اس کے معانی و مطالب کو نہایت بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ نظر مضمون میں نسیم حجازی کے اسلوب کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا ہے تاکہ قارئین ان کی تحاریر کو بہتر طور پر سمجھ کر ان سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔ تحریر کسی بھی قسم کی ہو، اس میں اسلوب کی اہمیت مسلم ہے۔ تحریر کی اچھائی یا برائی اسلوب کے حسن و قبح کے ساتھ براہِ راست جڑی ہوتی ہے۔ نسیم حجازی کا اپنا اسلوب ہے جو سادہ اور بلیغ ہے۔ ان کے ہاں محمد حسین آزاد کی طرح الفاظ کے توتا مینا ملتے ہیں نہ ڈپٹی نذیر احمد کی طرح عربی و فارسی محاورات کی بھرمار ہے اور نہ ہی انہوں نے سرسید کی طرح بے ذائقہ اور سپاٹ لب و لہجہ اپنایا ہے۔ ان کی تحریر میں سادگی کے باوجود اعلیٰ اسلوب کے تمام عناصر پائے جاتے ہیں۔ ان کی تحریر کی نمایاں ترین خصوصیت ایسی منطق اور استدلال ہے جسے عام قاری بھی بات کو آسانی سے سمجھ جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال اس صورتِ حال کا بیان ہے جب انگریزوں اور مرہٹوں کے مشترکہ لشکر کے مقابلے کے لیے سلطان ٹیپو اپنے عہدے داروں کی مجلسِ مشاورت طلب کرتا ہے۔ مختلف لوگوں کی تقاریر سننے کے بعد انور علی جو تقریر کرتا ہے وہ نہایت منطقی اور استدلالی ہے "عالی جاہ! غازی بابا صلح کے لیے دشمن کی شرائط کے متعلق میسور کے تمام حریت پسندوں کے خیالات کی ترجمانی کر چکے ہیں۔ جن لوگوں کو آپ نے عزت کی زندگی کا راستہ دکھایا ہے، ان کے لیے یہ شرائط تلوار کے زخموں سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ ابھی ہم زندہ ہیں اور ایسی شرائط کے خلاف تو ہماری قبروں کی مٹی بھی احتجاج کرے گی۔ سید صاحب نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اگر ہم نے آج صلح کے لیے دشمن کی شرائط قبول نہ کیں تو چند دن بعد وہ ہم سے زیادہ سخت شرائط منوانے کی کوشش کرے گا لیکن اگر یہ گستاخی نہ ہو تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں اپنی موت سے پہلے لحد میں کودنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔"[1] نسیم حجازی کی تحریروں میں تمثیلی انداز بھی ہے جو عبارتی حسن کو دوچند کرتا ہے۔ مثال کے طور پر وہ ترکی کے قابلِ فخر ماضی کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ترکی کی سرزمین پر پہلی بار پاؤں رکھتے ہوئے میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس خاک کا ذرہ ذرہ غرور و افتخار کے ساتھ سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔"[2] نسیم حجازی کی تحریر میں بوجھل پن کی بجائے پرکاری ہے۔ وہ میر کی طرح چلتے چلتے بالکل عام سے انداز میں سب کچھ کہہ جاتے ہیں۔ اسی عام فہم سادہ اندازِ تحریر سے ان کے ناولوں میں شگفتگی پیدا ہو گئی ہے۔ 'داستانِ مجاہد' سے شروع ہو کر یہ اسلوبیاتی حسن بڑھتا چلا گیا ہے اور 'آخری چٹان' تک پہنچتے پہنچتے اپنی انتہا کو چھونے لگا ہے۔ اسی ناول کے حوالے سے ڈاکٹر غلام محمد بٹ رقم طراز ہیں: آخری چٹان میں ان کا یہ اسلوب اور ان کا یہ اندازِ بیان کچھ اور ہی لطیف اور دلکش بن گیا ہے۔ اس اسلوب کے ڈانڈے ایک طرف شاعری کے حسن سے ملتے ہیں اور

دوسری طرف بیانیہ سے۔"[3] سادگی و پرکاری کی اسی خصوصیت کو محسوس کرتے ہوئے لیاقت علی اظہارِ خیال کرتے ہیں: "اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگرچہ نسیم حجازی نے رجب علی بیگ سرور اور محمد حسین آزاد کی طرح الفاظ کے طوطا مینا نہیں بنائے لیکن اس کے باوجود اس کی تحریروں میں ادبی حسن بدرجۂ اتم موجود ہے۔"[4] جاوید اقبال اظہر لکھتے ہیں": میر کی طرح ان کی سادگی میں بھی ایک وقار ہے۔ ایک عظمت اور انفرادی شان موجود ہے۔ وہ قاری کو نہ تو رجب علی سرور یا محمد حسین آزاد کی طرح محض لفظوں کی بھول بھلیوں میں الجھاتے ہیں اور نہ ہی ان کی تحریر اتنے عامیانہ پن پر اتر آتی ہے کہ پھکڑپن محسوس ہو بلکہ اس کا اپنا ایک معیار ہے جسے وہ ہر ناول میں برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔"[5]

نسیم حجازی کا اسلوبِ بیان اس قدر شگفتہ اور دل کش ہے کہ اس نے تاریخ کو دلچسپ مضمون بنا دیا ہے۔ ان کے ناول کو شروع کر کے ختم کیے بغیر چھوڑنا ناممکن ہوتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ 'آخری چٹان' کے حوالے سے ڈاکٹر غلام محمد بٹ نے لکھا ہے": اس کہانی کو حجازی نے اپنے دیدہ زیب اسلوب اور شگفتہ زبان و بیان کے ذریعے ناول کے فارم میں پیش کیا ہے۔ تاریخ کی یہ کہانی بذاتِ خود ایک لائقِ مطالعہ باب ہے۔ پھر ناول کی تیکنیک نے اسے زیادہ ہی پرکشش بنا دیا ہے۔"[6]

نسیم حجازی نہایت بے تکلف اور رواں زبان استعمال کرتے ہیں۔ قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ ناول نہیں پڑھ رہا بلکہ چلتے پھرتے اور جیتے جاگتے لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے سن اور دیکھ رہا ہے۔ وہ آزاد کی طرح ادبی بھول بھلیوں میں پڑنے کی بجائے سرسید کی طرح اپنے مقصد کی جانب صراطِ مستقیم پر بلا تکلف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ نمونے کے طور پر یہ اقتباس دیکھیے": میر مدن نے میز سے ایک کاغذ اٹھایا اور معظم علی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:" یہ تمہارے نئے عہدہ کے متعلق علی وردی خاں کا حکم نامہ ہے۔ تمہیں اڑیسہ کے نائب فوج دار کی حیثیت میں سرحدی اضلاع کا محافظ مقرر کیا گیا ہے۔ تمہاری کمان میں مستقل طور پر دو ہزار سپاہی دیے گئے ہیں اور کٹک کے صوبے دار کو یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ سرحد پر دفاعی چوکیاں تعمیر کرنے کے لیے سرکاری خزانہ سے مطلوبہ رقم ادا کر دی جائے۔ آج تمہارے لیے کوچ کی تیاری کرنا مشکل ہو گا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم کل صبح تڑکے روانہ ہو جاؤ۔ عطاء اللہ خاں کو یہ حکم بھیج دیا جائے گا کہ وہ مزید ایک ہزار سپاہی تمہاری کمان میں دے دے۔"[7] اس عبارت میں کوئی محاورہ ہے نہ روزمرہ، تشبیہہ ہے نہ استعارہ، صرف ایک مقصد ہے جو آسانی سے قاری کی سمجھ میں آ رہا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ان ادبی لوازمات کو سرے سے اہمیت ہی نہیں دیتے اور محض بے لطف عبارتیں لکھتے ہیں بلکہ جہاں ضرورت ہو وہاں ایسی چیزوں کا موزوں استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ اقتباسات پیش کیے جا سکتے ہیں": مراد علی پریشانی کے عالم میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی حالت اس بچے کی سی تھی جس کے ہاتھ میں ایک دلچسپ کھلونا دے کر اسے یہ حکم سنا دیا گیا ہے کہ تم اس کے ساتھ دل بہلا سکتے ہو لیکن اپنے ساتھیوں کو نہیں دکھلا سکتے..."[8] اسی طرح یہ اقتباس بھی ادبی حسن سے مالا مال ہے": ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستانی حلیفوں کی حالت ان کتوں سے بدتر تھی جو خشک ہڈیوں میں حصہ دار بننے کے لیے شکاریوں کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔"[9]

'اندھیری رات کے مسافر' میں بھی جگہ جگہ ادبی شہ کار عبارتیں موجود ہیں۔ نمونے کے طور پر یہ جملہ دیکھیے جو عیسائی فوجوں کی جانب سے محاصرہ کر لینے کے بعد غرناطہ کے لوگوں کی دلی کیفیات کو ظاہر کر رہا ہے": آج غرناطہ کی حالت اس شیر کی سی ہے جو زخمی ہونے کے بعد کسی جھاڑی کی اوٹ میں اپنے زخم چاٹ رہا ہو۔"[10] اس اقتباس میں مرقع نگاری کے علاوہ تشبیہہ کا استعمال بھی خوب صورت ہے۔ اسی طرح یہ اقتباس بھی بلند ادبی معیار کا حامل ہے": آج چاند کہاں سے نکل آیا ہے۔ میرے سوہنے،

میرے گھبرو، میرے شیر بھتیجے! میں کل سے تمہارے گھر جا کر تمہاری ماں جی کو سلام کرنے کا سوچ رہی تھی۔ او جیتو! اپنے ویر کے لیے دودھ لائو۔ "[11] ان شواہد سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ نسیم حجازی کے ہاں ادبی خصائص معقول انداز میں موجود ہیں بلکہ غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ان کی تحریروں میں آمد کی کیفیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قلم سے نکلنے والے یہ ادبی لوازمات اجنبی نہیں لگتے بلکہ قاری کو سراسر اپنے جیسے لوگوں کی گفتگو محسوس ہوتے ہیں۔ لیاقت علی نے اسی خیال کو یوں لکھا ہے "یہ محاورے، تشبیہیں اور استعارے بھی چونکہ ہماری گفتگو میں عموماً مروج اور مستعمل ہیں لہٰذا یہ ہمیں اجنبی محسوس نہیں ہوتے اور ہم ادبی پیرایۂ اظہار کا لطف لیتے ہوئے دلچسپی کے ساتھ ناول کا مطالعہ جاری رکھتے ہیں۔"[12]

عبارت کے اسی بے ساختہ پن کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام محمد بٹ، نسیم حجازی کے تاریخی ناول 'محمد بن قاسمؒ' کے حوالے سے لکھتے ہیں: "عبارت کی بے تکلفی اور زبان و بیان کی روانی نے پلاٹ کی دلچسپی میں اضافہ کر دیا ہے۔"[13] جاوید اقبال اظہر لکھتے ہیں": وہ اس بات کے پابند نظر آتے ہیں کہ بے ساختہ جو الفاظ قلم کی نوک پر آجائیں، صفحہ قرطاس پر نقش ہو جائیں۔ الفاظ کی تلاش میں ان کی ذہنی کاوش کہیں بھی نظر نہیں آتی۔"[14]

نسیم حجازی اسلوب کے کسی خاص مسلک کے پابند نہیں ہیں۔ وہ اپنی تحریروں میں جہاں ضرورت ہو خطیبانہ اور جذباتی اسلوب اختیار کر لیتے ہیں۔ ایسی ہی ایک مثال یہ اقتباس ہے ": اس دنیا میں کئی سیاسی غلطیوں کی تلافی ممکن ہے۔ ہاری ہوئی جنگیں دوبارہ لڑی اور جیتی جا سکتی ہیں۔ شکستہ قلعے دوبارہ تعمیر ہو سکتے ہیں۔ تاریک راتوں میں بھٹکے ہوئے قافلے صبح کی روشنی میں اپنا راستہ تلاش کر سکتے ہیں لیکن ایک اجتماعی گناہ ایسا بھی ہے جس کے لیے کوئی کفارہ نہیں ہوتا اور بھٹکے ہوئے قافلوں کے لیے ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس کے لیے کوئی صبح نہیں ہوتی۔"[15] لیکن یہ چیز بہت واضح ہے کہ یہ جذباتی پن سطحی نہیں بلکہ سنجیدہ ہے۔ اسی لیے ڈاکٹر غلام محمد بٹ لکھتے ہیں": حجازی نے اپنے ناولوں میں جذبات ابھارنے اور خیالات میں ارتعاش پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے، اس میں کہیں بھی ان کا اپنا قلم جذبات کی رو میں آکر بہکا نہیں ہے بلکہ انہوں نے جتنا بھی لکھا ایک خاص اعتدال کے ساتھ لکھا اور فنی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی۔"[16]

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نسیم حجازی کے ناولوں میں جہاں کہیں جذباتی تقریریں آئی ہیں ان میں ادبی لوازمات اور بھی بڑھ گئے ہیں اور عبارت کی چاشنی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے: معظم علی نے جواب دیا۔ "جب ہماری قسمت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہو گی جو اجتماعی حیات کے اصولوں پر یقین رکھتے ہوں۔ موجودہ دور میں ہماری سب سے بڑی بیماری ہماری لامرکزیت ہے اور اس لامرکزیت کا باعث ان بے شمار طالع آزمائوں کی ہوسِ اقتدار ہے جو ہندوستان کو اپنی چھوٹی چھوٹی شکار گاہوں میں تقسیم کر چکے ہیں۔ موجودہ حالت میں ایک سپاہی کی تلوار چند امراء کی مسندوں کی حفاظت کر کے ان کے اقتدار کی مدت میں چند مہینوں یا چند برسوں کا اضافہ کر سکتی ہے لیکن قوم کی اجتماعی بقا کی ضمانت نہیں دے سکتی۔"[17] اسی طرح مبالغہ آرائی نسیم حجازی کے اسلوب کا وصفِ خاص ہے۔ نمونے کے طور پر اجیت کور کی زبان سے فہمیدہ کے حسن کی یہ تعریف ملاحظہ کیجیے ": وہ چند ثانیے فہمیدہ کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر چومنے کے بعد بے اختیار اس کے ساتھ چمٹ گئی اور بولی: "شہزادی جی! میں سوچا کرتی تھی کہ آپ بہت ہی خوب صورت ہوں گی لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ دنیا میں کسی شہزادی کا چہرہ آپ کے ہاتھوں جیسا بھی نہیں ہو گا۔"[18]

تمام تر بحث کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ نسیم حجازی کا قلم جذبات کے وفور کے باوجود ادبیت کا دامن نہیں چھوڑتا۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کرنل غلام سرور اپنے مضمون میں لکھتے ہیں": بعض حصوں میں جذبات کا سیلاب قاری کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔ کہانی میں تبلیغی احساس کی لہریں بھی اٹھتی ہیں لیکن ادبیت برابر ان کی عناں گیر رہتی ہے۔"[19] تاہم محبت اور مامتا کے جذبات کی پیش کش کے دوران میں نسیم حجازی کہیں کہیں سنجیدگی کی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثلاً:

"بیٹا! جب میں تمہاری طرف دیکھتی ہوں تو میری تمام پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔"

"امی جان! پھر میری طرف دیکھتی رہا کریں نا"!

"بیٹا! میں زندہ ہی اس لیے ہوں کہ تمہیں دیکھا کرتی ہوں۔"[20]

ماں اور بیٹے کی محبت کا یہ انداز ضرورت سے زیادہ رومانی محسوس ہوتا ہے۔

نسیم حجازی نے ناول کے مختلف فنی اجزا کو نباہنے کا حق ادا کیا ہے۔ وہ ایک ہی ڈگر پر اول تا آخر نہیں لکھتے چلے جاتے بلکہ منظر نگاری ، مکالمہ نویسی اور واقعات کے بیان میں حسبِ موقع اسلوب اختیار کرتے ہیں۔ ان کے ہاں ادبیت، شوخی اور تیکھے پن کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ اس بات کو ڈاکٹر تصدق حسین راجا 'یوسف بن تاشفین' کے حوالے سے لکھتے ہیں": مصنف کے فنی احساس کی بناء پر اس ناول (یوسف بن تاشفین) کے اسلوب میں بھی ہلکے ہلکے اشاروں میں کوئی اہم بات کہنے ، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں ایجاز واختصار سے کام لینے اور مکالموں میں ادبیت، شوخی اور تیکھا پن برتنے کا وہ انداز برابر قائم ہے جسے نسیم حجازی نے موجودہ دور کی ناول نگاری میں عام کیا ہے۔"[21]

ظرافت اور مزاحیہ اندازِ تحریر بھی نسیم حجازی کے ہاں عام ہے۔ ہلکی پھلکی طنز اور مزاح کو تحریر میں لانے کے لیے انہیں کوشش نہیں کرنا پڑتی بلکہ ان کا قلم بلا تکلف یہ کام کر جاتا ہے اور نہایت سنجیدہ ماحول میں ہوا کے جھونکے کی طرح قاری کو تازگی عطا کر دیتا ہے۔ مثلاً جب شہزادہ رشید ایک خواجہ سرا کو میمونہ کی جاسوسی کے لیے بھیجتا ہے تو وہ میمونہ کے تیر سے بچ کر بھاگتا ہوا شہزادے کے پاس آکر کہتا ہے": حضور اگر اس لڑکی کے ساتھ عشق کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو ساری عمر اپنے جسم پر آہنی خول پہننا پڑے گا۔"[22]

اسی طرح کی صورتِ حال اس وقت پیش آتی ہے جب 'شاہین' کا ایک نسوانی کردار اینجلا اپنے معالج بشیر بن حسن سے روزانہ مذاق کرتی ہے کہ اس کے دانت میں درد ہے حالاں کہ یہ محض ملاقات کا ایک بہانہ ہوتا ہے۔ بشیر پہلے تو پریشان ہو جاتا ہے کیوں کہ اسے اینجلا کے دانتوں میں کوئی بیماری دکھائی نہیں دیتی لیکن جلد ہی سمجھ جاتا ہے اور مریضہ کو نہایت کڑوی دوا پلا دیتا ہے۔ دیکھیے اس موقعے پر نسیم حجازی کا قلم کیسی اعلیٰ فن کاری کا مظاہرہ کرتا ہے:

"بشیر نے شیشی سے دوا کا ایک گھونٹ پیالی میں ڈال کر اینجلا کو دیتے ہوئے کہا۔

"اسے پی لو۔"

"پینے کی دوا؟" اس نے حیران ہو کر سوال کیا۔

بشیر نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں یہ پینے سے دانتوں کی تکلیف ضرور جاتی رہے گی۔"

اینجلا نے جھجکتے ہوئے پیالی منہ کو لگائی لیکن دوا چکھتے ہی فوراً تھوکنے کے بعد چلّا اٹھی۔

"یہ بہت کڑوی ہے۔ میں نہیں پیوں گی۔"

بشیر نے اٹھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں پینا پڑے گی۔''

اس نے بشیر کی غیر متوقع ڈانٹ سے مرعوب ہو کر کہا۔ ''لیکن مجھے قے ہو جائے گی۔''

بشیر نے جواب دیا۔ ''تو میں اور دوا دے دوں گا۔ میرے پاس یہ دوا کافی ہے۔''

اینجلا نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ ''تو میں پی لوں؟''

ابو داؤد نے کہا۔ ''ہاں بیٹی پی لو۔ تمہارا فائدہ ہے اس میں۔''

اینجلا نے بدستور بشیر کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ''کوئی نقصان تو نہیں ہو گا اس سے؟''

ابو داؤد نے برہم ہو کر کہا۔ ''بشیر بن حسن کی دوا سے نقصان؟ اینجلا تم بالکل نادان ہو۔''

اینجلا نے ایک لمحہ کے تذبذب کے بعد ناقابلِ برداشت حد تک کڑوی دوا حلق میں انڈیل لی۔

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''یہ شیشی میں یہیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر دانتوں میں دوبارہ تکلیف ہو تو اتنی دوا اور پی لینا۔

یہ دوا معدے کے لیے بھی مفید ہے۔ آج تمہیں بھوک بہت لگے گی۔''[23]

جاوید اقبال اظہر، نسیم حجازی کی تحریروں میں اس لطیف نوعیت کے طنز و مزاح کی موجودگی پر یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں'': وہ بعض موقعوں پر ضرورت کے مطابق ایسا طنز کرتے ہیں جس سے مزاح بھی پیدا ہوتا ہے اور چند الفاظ کے ذریعے مزاح کے پردے میں گہری چوٹ بھی کر جاتے ہیں۔''[24] نسیم حجازی کے ہاں علامہ اقبالؒ کی طرح تلخی و شیرینی یک جا پائی جاتی ہے۔ وہ کہیں تلخ ہو کر اپنے ملی ضمیر کو جھنجھوڑتے دکھائی دیتے ہیں اور کہیں واعظ و ناصح بن کر شیریں کلامی کے ذریعے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ ڈاکٹر صغریٰ بانو شگفتہ کی یہ رائے بجا ہے'': قیصر و کسریٰ'' جس کا پہلا نام قافلہ حجاز مشتہر ہوا تھا، اپنے تمام ابواب میں اقبال کے اشعار کی طرح شیرینی و تلخی اور جلال و جمال کی کیفیت لیے ہوئے ہے۔ عجم کے تکلفات سے عرب کی نگاہیں ناآشنا۔ سیاسی مباحث دستر خوان پر اور کہیں کہیں کنایہ سے بھرپور جملے جو آج بھی پند و موعظت و عبرت کا درس دیں۔''[25] ڈاکٹر تصدق حسین راجا بھی نسیم حجازی کی تحریروں میں اسی کی طرح جگر سوزی، امید و بیم اور جوش و ولولہ کی موجودگی کی گواہی دیتے ہیں'': جب وہ ملتِ مرحومہ کی افتاد کی منظر کشی کرتے ہیں تو ان کے دل کا سارا درد سمٹ کر قلم کی زبان پر آجاتا ہے۔ کتاب کے ان صفحات پر آپ کو قارئین کے آنسوؤں سے پہلے ان کے اپنے آنسو بکھرے ہوئے ملیں گے۔ اللہ نے اس شخص کو احساس، درد و سوز اور تڑپ کی کتنی بڑی دولت سے نوازا ہے۔ اقبالؒ کی طرح نسیم حجازی بھی اس کشتِ ویراں سے مایوس نہیں۔ محترم حجازی صاحب کے ناولوں کی تحریر سے قوت، ہمت و حوصلے اور امید کے چشمے ابلتے ہیں۔''[26]

نسیم حجازی کے تاریخی ناولوں میں کہیں کہیں خطابت کے دوران میں شاعرانہ اور ایمائی اسلوب آجاتا ہے جس کی ایک مثال 'شاہین' کا یہ اقتباس ہے'': یہ لوگ برسوں تک شمشیر بکف رہے لیکن مراکش سے کوئی یوسف بن تاشفین، مصر سے کوئی صلاح الدین ایوبی، ترکستان سے کوئی ملک شاہ، عرب سے کوئی محمد بن قاسمؒ اور افغانستان سے کوئی محمود غزنوی ان کی مدد کے لیے نہ پہنچا۔ اندلس کی خاک شہیدوں کے خون سے سیراب ہوتی رہی اور جبل الطارق کی چٹانیں جنوب کی طرف سے آنے والے سفینوں کا انتظار کرتی رہیں۔''[27]

تاریخی ناول کے لیے اس طرح کا اسلوب ویسے تو نامناسب ہوتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ تحریر کی دل چسپی اور پسندیدگی میں اضافہ کرتا ہے۔ کرنل غلام سرور بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں": شاہین کی تاثیر میں جہاں ایک طرف اس کے موضوع کو دخل ہے، وہاں دوسری طرف مصنف کے شاعرانہ و ایمائی اسلوب، اختصار و ایجاز سے مملو حقیقت نگاری اور تخیل کی رنگ آمیزی کے امتزاج کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ منظر نگاری میں مبالغے کی ہلکی سی جھلک، کرداروں کی مصوری اور خاص کر ان کے جذبہ محبت کے اظہار میں جذباتیت سے احتراز، اصلاحی اور تبلیغی مقصد کے اظہار میں ولولہ اور جوش کے باوجود توازن اور اعتدال ... اس عظیم ناول کی نمایاں صفات ہیں۔"[28] تاریخی معرکے لکھنے کا عادی نسیم حجازی بعض اوقات مفید اور معمولی کاموں کا اس انداز میں تذکرہ کرتا ہے کہ وہ تکلیف دہ محسوس ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً: "کمال الدین نے کہا۔"اب میں ایک ڈاکٹر کا فرض پورا کرنا چاہتا ہوں۔" اور یہ کہہ کر اس نے تھرمامیٹر نکال کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اس کے بعد بلڈ پریشر دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔"[29]

یہاں ایک تو فرض "ادا" کرنے کی بجائے "پورا" کرنا ڈاکٹر کی اپنے کام سے بے زاری کو ظاہر کرتا ہے اور دوسرا "تھرمامیٹر نکال کر منہ میں ٹھونس دیا" ایسے لگتا ہے جیسے "چھرا نکال کر سینے میں گھونپ دیا" ہو۔ اگر یہ جملہ "تھرمامیٹر اس کے منہ میں رکھ دیا" ہوتا تو اچھا ہوتا۔ نسیم حجازی کے تاریخی ناولوں میں فکر اور فن کے جملہ لوازمات پوری طرح موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ ان میں قاری کی دل چسپی کا وافر سامان میسر ہے۔ ان کی تحریر کی دل چسپی اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ ایک قاری فضل حسین قلیل کا برملا کہنا ہے": آخری چٹان کو میں نے بیک وقت ایک ہی نشست میں کئی بار پڑھا مگر طبیعت سیر نہ ہوئی اور یہیں سے اس عظیم مصنف کی دوسری کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مجھے کتاب مل جاتی تو اور کسی شے کا ہوش نہ رہتا تھا۔"[30]

نسیم حجازی کے اسلوب میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ کچھ خامیاں بھی ملتی ہیں جن کا تذکرہ کیے بغیر ان کے اسلوب کا جائزہ نامکمل رہے گا۔ ان کی تحریروں میں متعدد لفظی اغلاط موجود ہیں۔ مثال کے طور پر یہ جملہ دیکھا جا سکتا ہے: "جس کی بارگاہ سے سپنوں کو تعبیریں ادا ہوتی ہیں۔"[31]

ظاہر ہے کہ تعبیریں "ادا" کی بجائے "عطا" ہونی چاہئیں۔ تاہم اسے مصنف کی غلطی قرار دینا مشکل ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ یہ غلطی کاتب کی ہو۔ نسیم حجاز کی تحریروں میں کہیں کہیں تذکیر و تانیث کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

"ایران اور پاکستان کے درمیان اقبالؒ کا فکر ایک پل کا کام دے سکتا ہے۔"[32]

یہاں لفظ "فکر" مذکر قرار پاتا ہے جب کہ یہ مؤنث ہے۔ یعنی "اقبالؒ کا فکر" نہیں بلکہ "اقبالؒ کی فکر" ہونا چاہیے۔ ایسی ہی ایک مثال اس جملے میں ہے:"ایران کے بعض ہمسائے ایسے ہیں جن کا سیاسی لغت امن، ہمسائیگی اور رواداری کے الفاظ سے خالی ہے۔"[33] یہاں بھی "جن کا سیاسی لغت" کی بجائے "جن کی سیاسی لغت" ہونا چاہیے۔ یہی حال ایک اور جملے کا ہے:" روانہ ہونے سے قبل آپ کے نیاز حاصل کروں گا۔"[34]

اس جملے میں "کے نیاز" کی بجائے "کی نیاز" ہونا چاہیے۔

نسیم حجازی کے ہاں بعض الفاظ کا استعمال معنوی اعتبار سے بے جا ہے۔ مثلاً "عظیم" ایسا لفظ ہے جس کا نامناسب استعمال ان کی تحریروں میں عام ہے۔ نمونے کے طور پر یہ جملہ دیکھیے": اور ایران کو اچانک ایک خطرۂ عظیم کا سامنا کرنا پڑے۔"[35]

لفظ "عظیم" کے معنوں میں مثبت پن ایک مستقل قدر ہے جب کہ "خطرہ" کے معنی کا لازمی جز منفی ہے۔ اس لیے "خطرہ" شدید، بے پناہ اور بے تحاشا تو ہو سکتا ہے لیکن عظیم کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہی حال "عظیم دشمن"، "سیلابِ عظیم"، "عظیم بے انصافی"، "عظیم تباہی"، "نقصانِ عظیم" اور "عظیم توہین" وغیرہ کا ہے۔

ان کی تحریروں میں آج کی املاء کے اعتبار سے بہت سے الفاظ غلط ہیں مثلاً وہ "روپیا" کو "روپیہ" اور "مہینا" کو "مہینہ" لکھتے ہیں۔ البتہ یہ بات قابلِ اعتراض نہیں ہے کیوں کہ رشید حسن خان کی کتاب "اردو املا" کی اشاعت سے قبل یہ الفاظ اسی املا کے ساتھ رائج تھے۔ نسیم حجازی کی تحریروں میں بعض اوقات حروفِ جار کا نامناسب استعمال بھی ملتا ہے۔ مثلاً: "کچھ دیر پیدل چلنے کے بعد ہم ایک ٹیکسی پر بیٹھ گئے۔"[36] ظاہر ہے کہ چھت والی تو کسی بھی گاڑی "میں" بیٹھا جاتا ہے، "پر" نہیں اور راقم نے آج تک بغیر چھت کی ٹیکسی نہیں دیکھی۔ تاہم بغیر چھت کے کسی ٹرک "پر" بیٹھنا ضرور جائز ہے۔ ویسے یہ "جواز" بھی ہماری "مشرقیت" کا ثمر ہے ورنہ مغرب والے تو کرسی کے استعمال میں بھی اس قدر محتاط ہیں کہ وہ اگر بازو والی ہو تو "Sit in" اور بازو کے بغیر ہو تو "Sit on" کہتے ہیں۔

نسیم حجازی کی تحریروں میں بعض ایسی تراکیب ملتی ہیں جو معنوی تکرار کے لحاظ سے ناقص ہیں۔ مثلاً ایران کے حوالے سے ان کا یہ جملہ قابلِ غور ہے: "ان کے ماضی کی تاریخ ہمارے اپنے ماضی کی تاریخ ہے۔"[37] "ماضی کی تاریخ" ایسی ترکیب ہے جو غلط ہونے کے باوجود اس چھوٹے سے جملے میں دو مرتبہ استعمال ہوئی ہے۔ نسیم حجازی کی تحریروں میں اس کا استعمال کثرت سے ہوا ہے حالانکہ یہ "ماہِ رمضان کا مہینا" والا معاملہ ہے۔ نسیم حجازی کے ہاں بعض الفاظ کا استعمال جغرافیائی اعتبار سے غلط ہے۔ مثال کے طور پر وہ سعودی شہزادوں کی عیاشیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ نونہال صرف بیروت کی نائٹ کلبوں میں جتنا روپیہ ضائع کرتے ہیں،........"[38]

"روپیہ"[39] کرنسی ہے جو نہ سعودی عرب میں چلتی ہے اور نہ بیروت میں۔ لہٰذا یہاں اس لفظ کا استعمال غیر موزوں ہے۔ اگر یہاں "روپیہ" کی بجائے "دولت" لکھا جاتا تو خوب ہوتا۔ تاہم اس لفظ کے یہاں محاورتاً استعمال میں زیادہ قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ اسی طرح "پردیسی درخت" کے ہیرو یوسف کے لاہور والے گھر میں "بیٹھک" اور گائوں والے میں "ڈرائنگ روم" بنانا قابلِ اعتراض محسوس ہوتا ہے۔[40]

نسیم حجازی کے ہاں بعض الفاظ کا استعمال اس کثرت سے کیا گیا ہے کہ کئی کئی مکالمے اور کردار یکسانیت زدہ محسوس ہوتے ہیں۔ مثلاً "پردیسی درخت" اور "گم شدہ قافلے" میں یوسف کے علاوہ بیگم احمد اور فہمیدہ وغیرہ بھی نسرین کے لیے "چڑیل" کا لفظ بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات بھی حیران کن ہے کہ نسیم حجازی کہیں کہیں میل اور فرسنگ کو "قدم" سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ جملہ ہے: "ہم جدہ سے ابھی چند قدم دور گئے تھے کہ یہ بادل تمام آسمان پر چھا گئے۔"[41]

پہلی بات یہ ہے کہ کار پر سفر کرتے ہوئے قدموں کا حساب کرنا قریب المحال ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کار میں قدموں کا حساب رکھنے والا کوئی سپیڈو میٹر نصب ہے تو بھی لفظ "چند" قابلِ اعتراض ہے کیوں کہ کار کے لیے یہ کم از کم "چند ہزار" ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ اگر کسی دکان، گھر یا سڑک سے "چند قدم" کا ذکر ہو تو قابلِ فہم ہو سکتا ہے لیکن جدہ سے یہ "چند قدم" کا فاصلہ قطعاً غیر معتبر محسوس ہوتا ہے۔

نسیم حجازی بنیادی طور پر اسلامی نظریاتی ادیب ہیں۔ ان کے ناولوں میں ہر لڑکی اور عورت چادر لپیٹتی اور اکثر کردار دعا پر یقین رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات ہندو، سکھ اور عیسائی بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ وہ ہر ممکن موقع پیدا کر کے اپنے نظریے کا پرچار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ اپنے ناول کے ایک کردار کیپٹن نعیم کی زبانی اپنے نظریۂ حیات کا پرچار یوں کرتے ہیں ”: ہمیں زمین ملی ہے لیکن ابھی اپنا گھر ہم نے بنانا ہے، جسے دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ یہاں کوئی باشعور قوم بستی ہے۔ ایسے گھروں کے نقشے قوموں کے اذہان اور قلوب میں بنتے ہیں اور قوموں کے ذہن ان کے مکتب اور مدرسہ میں تیار ہوتے ہیں۔“ 42

خلاصۂ بحث

نسیم حجازی کی تحریر سادہ، عام فہم، رواں اور بامقصد ہوتی ہے۔ ان کے ہاں کسی بھی تحریر میں ایک مقصد پیشِ نظر ہوتا ہے۔ وہ اپنی نگارشات کے ذریعے سے مسلمانانِ عالم کو ان کا تابناک ماضی یاد دلا کر روشن مستقبل کی جانب لے جانا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی مقصدیت مولوی نذیر احمد کی سی بھی نہیں ہے کہ کردار ہی سے سے اسمِ بامسمیٰ تراش ڈالیں۔ ان کے ہاں محمد حسین آزاد جیسی مرقع مسجع عبارتیں بھی نہیں ملتیں کہ بات کو پڑھنا اور سمجھنا ہی سرے سے مشکل ہو جائے۔ نسیم حجازی کی تحریروں میں نہایت رواں لب ولہجہ پایا جاتا ہے جو کہ ادبی چاشنی کے ساتھ ساتھ مقصدیت کو بھی بامِ عروج پر رکھے ہوئے ہے۔ ان کی خصوصی پہچان اسلامی تاریخی ناول نگاری کے ذریعے سے اسلام کی عظمتِ رفتہ کی یاد تازہ کرنا اور مسلمانوں کو دوبارہ عروج سے آشنا کرنا ہے۔ نسیم حجازی کی تحریروں میں شگفتگی و پُرکاری بطورِ خاص محسوس کی جاسکتی ہیں۔ ان کے اسلوبِ تحریر میں بوجھل پن نام کو نہیں ملتا۔ تاہم مبالغہ آرائی ان کی تحاریر کا ایک وصفِ خاص ہے۔ وہ ذرا ذرا سی بات کو یوں بڑھا چڑھا کر بیان کر دیتے ہیں گویا کچھ بہت بڑا ہو گیا ہو۔ علاوہ ازیں تشبیہ، استعارہ، محاورہ، روزمرہ اور کہاوت کا بعض اوقات نامناسب اور بے محل استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کی اردو پر جابجا پنجابیت کی چھاپ بھی لگی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مذکورہ بالا حسن وقبح کے باوصف نسیم حجازی کی تحریر میں بیک وقت ایک پہاڑی ندی کی شوریدہ سری، آفتاب کی تمازت، ماہتاب کی چاندنی، اٹھتی ہوئی جوانی کا بانکپن اور جہاندیدہ بڑھاپے کا پیغمبرانہ وقار موجود ہے۔ انہی خصوصیات نے ان کے اسلوب کو اردو ادب میں ایک غیر فانی مقام عطا کیا ہے جس کا حوالہ دیے بغیر مستقبل کا کوئی بھی اسلوبیاتی نقاد اردو ادب کی تنقید کو مکمل نہیں کر سکے گا۔

References

[1] Nasim Hijazi, "*Aur Talwar Toot Gai* (Lahore: Jahangir Book Depot,2005),466-7.

[2] Nasim Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak,*(Lahore: Jahangir Book Depot,2005),41.

[3] Ghulam Muhammad Batt, Dr, *"Nasim Hijazi ki Novel Nigari."* (Ph.D thesis, Sirinagar University Jammu & Kashmir, 2001), 90.

[4] Liaqat Ali, *"Nasim Hijazi kay Do Novel; Muazzam Ali aur Aur Talwar Toot Gai"* (M. A thesis, The Islamian University of Bahawalpur, 2001), 178.

[5] Javaid Iqbal Azhar, *"Nasim Hijazi kay Novel; Yusuf Bin Tashfain, Shaheen, Andhairi Rat kay Musafir aur Kalesha Aur Aag ka Fikri wa Fanny Jaeza"* (M. A thesis, The Islamian University of Bahawalpur, 2003), 49.

[6] Batt, *"Nasim Hijazi ki Novel Nigari."* 83.

[7] Nasim Hijazi, "*Muazzam Ali*", (Lahore: Jahangir Book Depot,2005), 124.
[8] Hijazi, "*Aur Talwar Toot Gai*",452.
[9] Hijazi, "*Aur Talwar Toot Gai*",455.
[10] Nasim Hijazi, "*Andheri Raat Kay Musafir*",(Lahore: Jahangir Book Depot,2005),12.
[11] Nasim Hijazi, "*Pardesi Darakht*",(Lahore: Jahangir Book Depot,2005),123.
[12] Liaqat Ali, *"Nasim Hijazi kay Do Novel; Muazzam Ali aur Aur Talwar Toot Gai"*,183.
[13] Batt, *"Nasim Hijazi ki Novel Nigari."* 63.
[14] Javaid Iqbal Azhar, *"Nasim Hijazi kay Novel; Yusuf Bin Tashfain, Shaheen, Andhairi Rat kay Musafir aur Kalesha Aur Aag ka Fikri wa Fanny Jaeza"*, 142.
[15] Hijazi, "*Andheri Raat Kay Musafir*",156.
[16] Batt, *"Nasim Hijazi ki Novel Nigari."* 208.
[17] Hijazi, "*Muazzam Ali*",36.
[18] Nasim Hijazi, "*Gumshuda Qaflay*",(Lahore: Jahangir Book Depot,2005),346.
[19] Col. Ghulam Sarwar(Sitara e Imtiaz), "*Nasim Hijazi…Apni Tehriron kay Aenay mein*" quoted in "Nasim Hijazi; Aik Mutala'ah" by Dr Tasadduq Hussain Raja,(Lahore: Qaumi Kutub Khana,1987), 165.
[20] Hijazi, "*Pardesi Darakht*",422.
[21] Raja, *Nasim Hijazi-Aik Mutala'ah* , 166.
[22] Nasim Hijazi, "*Yusuf Bin Tashfain*",(Lahore: Jahangir Book Depot,2005),128.
[23] Nasim Hijazi, "*Shaheen*",(Lahore: Jahangir Book Depot,2005),82-83.
[24] Azhar, *"Nasim Hijazi kay Novel; Yusuf Bin Tashfain, Shaheen, Andhairi Rat kay Musafir aur Kalesha Aur Aag ka Fikri wa Fanny Jaeza"*, 117.
[25] Sughra Bano, Shagufta, Dr, "*Nasim Hijazi…Dae e Azmat e Rafta Musalmanan e Alam*" quoted in "Nasim Hijazi; Aik Mutala'ah" by Dr Tasadduq Hussain Raja, 74.
[26] Raja, *Nasim Hijazi-Aik Mutala'ah* , 79.
[27] Hijazi, "*Shaheen*",526.
[28] Ghulam Sarwar "*Nasim Hijazi…Apni Tehriron kay Aenay mein*" quoted in "Nasim Hijazi; Aik Mutala'ah",163.
[29] Hijazi, "*Gumshuda Qaflay*",530.
[30] Fazal Hussain Qaleel, "*Nasim Hijazi…Mera Mehboob Adeeb*" quoted in "Nasim Hijazi; Aik Mutala'ah", 81.
[31] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",1.
[32] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",37.
[33] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",37.
[34] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",101.
[35] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",37.
[36] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",98.
[37] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",38.
[38] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",162.
[39] As found in the text.
[40] Hijazi, "*Gumshuda Qaflay*",374.
[41] Hijazi, "*Pakistan sy Dayar e Haram Tak*",104.
[42] Hijazi, "*Gumshuda Qaflay*",539.